عبرت کی جا ہے تماشا نہیں

عبدالرحمٰن عزیز

آج ملک بھر میں حمود الرحمن کمیشن رپورٹ کا چرچا ہو رہا ہے۔ جس نے تیس سالہ پرانا زخم تازہ کردیا ہے۔ بڑے بڑے سیاستدانوں اور جرنیلوں کے بھیانک کردار اخبارات کی شہ سرخیوں میں چھپ کر دنیا بھر میں بدنامی کی سیاہی پھیلا رہے ہیں۔ اور دونوں گروہ سقوط ڈھاکہ کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انکے ساتھ ساتھ پوری قوم اس گزرے سانپ کی لکیر پیٹنے میں ہمہ تن مصروف نظر آ رہی ہے۔ جو ایک بے فائدہ اور لاحاصل مشغلہ ہے۔ ہماری تاریخ میں سقوطوں کی طویل فہرست ہے۔ سقوط غرناطہ، سقوط بغداد، سقوط دہلی اور پھر سقوط ڈھاکہ۔ اور یہ گاڑی ابھی رکتی نظر نہیں آ رہی ہے۔

ایک ایسا ملک جو اسلام کے نام پر بے پناہ قربانیاں دیکر حاصل کیا گیا تھا اور جس نے عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت اور دنیا کی عظیم سپر پاور بننا تھا چوبیس سال بھی نہ چل سکا اور دولخت ہوگیا۔ اور یہ اچانک وقوع پذیر نہیں ہوا بلکہ یہ تو وہ لاوا تھا جو حالات کی آنچ پر حکمرانوں کے ہاتھوں پکتا رہا۔ اور وقت آنے پر عزت، عظمت حشمت سب کچھ بہاتا چلا گیا۔ حکمران اقتدار کے پجاری اور شاہانہ جاہ وجلال کے ہوس کار تھے۔ جنہوں نے ان کے حصول کیلئے ملک وملت کو بھی داؤ پر لگانے سے دریغ نہ کیا۔ ہمارے لیڈروں نے اس کام میں ہمارے دشمنوں کا پورا ساتھ دیا۔ ان کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ ملک میں تخریب کار، کمانڈوز اور پھر اپنی فوج داخل کرکے بآسانی اپنا مقصد پورا کرے۔ مشرقی پاکستان میں جو ساڑھے تین ڈویژن فوج بھیجی تھی اس میں ایک جوان کا بھی اضافہ نہ کیا۔ اور ساز وسامان سے بھی محروم رکھا۔ جسکے بغیر فوج لڑ ہی نہیں سکتی۔ اگر لڑے گی بھی تو یقیناً شکست کھائے گی گویا ہم نے پورا پورا اہتمام کیا کہ دشمن ہماری فوج سے ہتھیار ڈلوا کر ساری فوج کو قیدی بنالے۔ اور ایسے ہی ہوا، اس حقیقت سے انکار نہیں کہ بنگالیوں کی غداری کے واقعات بھی ہوئے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ سید احمد کی تحریک جہاد سے لیکر تحریک پاکستان تک ہر تحریک میں بنگالی صف اول میں نظر آتے ہیں اور قربانیاں دینے والوں کا ہراول دستہ ثابت ہوئے۔ تو وہ کونسی چیز تھی جس نے عظیم تاریخ کی وارث قوم کو غداری پر مجبور کردیا تھا؟ کیا وہ الگ ملک کے حامی تھے یا وہ اپنی پہچان بھارت کے ساتھ کرانے پر راضی تھے؟ ہرگز نہیں یہ سب کچھ جنرل ٹکا خان کے ملٹری ایکشن کے بعد ہوا۔

> ہماری تاریخ میں سقوطوں کی طویل فہرست ہے۔ سقوط غرناطہ، سقوط بغداد، سقوط دہلی اور پھر سقوط ڈھاکہ۔ اور یہ گاڑی ابھی رکتی نظر نہیں آ رہی ہے۔

25 مارچ 77ء کو رات ایک بجے شروع ہونے والے اس ملٹری ایکشن میں اپنے پرائے کی تمیز ختم ہوگئی جو بھی زد میں آیا تباہ ہوگیا۔ جنرل ٹکا خان نے اس قدر مسلمانوں پر ظلم کیا کہ غیر ملکی نامہ نگاروں نے اسے "Butch of East Pakistan" ''مشرقی پاکستان کا قصائی'' کا لقب دیا۔ اور یہ خطاب غلط نہ تھا۔ ملٹری ایکشن رات ایک بجے پاک فوج کے ایک ٹینک نے بڑی توپ کا گولہ فائر کیا اس وقت بھٹو غلام مصطفیٰ کھر اور جے اے رحیم کے ساتھ ڈھاکہ کے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل کی چھت پر کھڑے اسی گولے کا

انتظار کر رہے تھے۔ جونہی ڈھاکہ سنائی دیا بھٹو نے تالیاں بجائیں اور اڑ کر مغربی پاکستان آپہنچے۔ ائیر پورٹ پر پہلی بات یہ کہی:

''خدا کا شکر ہے کہ پاکستان بچ گیا''

اس سے انکا اصل مقصد مغربی پاکستان بچانا تھا جہاں وہ بلاشرکت غیرے اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ انکا مسئلہ حل ہو گیا اور مشرقی پاکستان آگ اور خون کا دریا عبور کرتا ہوا جغرافیہ سے تاریخ میں داخل ہو گیا۔

ہم اپنی تاریخ کو ذہن سے کھرچ کر اتار دیتے ہیں۔ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ہم نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی ہیں۔ وگرنہ ہمارے لئے سقوط غرناطہ کی داستان کافی تھی۔ سقوط غرناطہ کی داستان پر اگر سقوط ڈھاکہ کا عنوان لگا دیں تو یہ تازہ ہو کر سقوط ڈھاکہ کی صرف تیس سال پرانی کہانی بن جائے گی۔

دنیا کی عظیم ترین سلطنت اندلس جس نے طارق بن زیاد کے ہاتھوں آزادی اور عبدالرحمٰن الداخل کے ہاتھوں سیاسی استحکام حاصل کیا اور اس قدر ترقی کی کہ وہ سپر پاور بن گئی۔ جسکی اجازت کے بغیر دنیا کا کوئی حکمران دم نہیں مار سکتا تھا۔

ہر عروج کو زوال ہے اور زوال کی داستان خود قومیں اپنے ہاتھ سے لکھا کرتی ہیں۔ اندلس کے عوام اور حکمرانوں نے مل کر اپنی بربادی کی داستان میں رنگ بھرا تھا۔ مسلمانوں کو اتنا نقصان غیر مسلموں نے نہیں پہنچایا جس قدر انہوں نے خود اپنا نقصان کیا جنہوں نے کبھی یورپ میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ آج اپنی خود غرضی اور افتراق کا شکار ہو کر بے نشان دبے مرام ٹھہرے۔ صبح کو کوئی تخت پر بیٹھتا تو سر شام اسکے ہزاروں ساتھیوں اور شاہی خاندان کا خون بہا دیا جاتا۔ دوسرے دن پھر کوئی ڈھونڈ کر تخت نشین کیا جاتا اور دو چار دن بعد قصر خلافت میں پھر وہی خونی ڈرامہ کھیلا جاتا۔

مذہبی تعصب نے بھی مسلمانوں کو من حیث القوم سخت نقصان پہنچایا۔ علماء وفقہا کے نظریاتی اختلافات نے انتاز در پکڑا کہ لوگ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے۔ دولت اور عہدوں کی غلط تقسیم نے بھی مسلم حکومت کو بڑی حد تک غیر مقبول بنا دیا۔ الداخل نے اپنے رشتہ داروں کو دور سے بلوا کر عالی مرتبہ عہدوں پر فائز کیا انکو بڑی بڑی جاگیریں عنائت کیں جس سے پورے ملک کی دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ گئی۔ جاگیرداری کا آہنی پنجہ پورے نظام پر مسلط ہو گیا۔ بالآخر عظیم الشان سلطنت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ کر طوائف الملو کی کا شکار ہو گئی۔ بلکہ بنو امیہ کا نام ونشان تک مٹ گیا۔

جن کی بہادری اور رعب سے بڑی بڑی حکومتیں کانپتی تھیں انکا نام سن کر بازنطینی، فرانسیسی اور جرمن سلطنتوں میں زلزلہ آ جاتا تھا وہی نااہلی کی وجہ سے باعث استہزاء اور لائق تمسخر بن گئے۔ وہ عظمت کے فسانے رہے نہ سطوت کے ترانے رہے۔ رعب داب کی داستانیں تھیں نہ وہ جلال وجمال کے قصے۔ بنو امیہ کی شان وشوکت پارینہ بن گئی۔ کل جو انکے نام سے لرزتے تھے وہ اب ان پر اپنا سکہ جمانے لگے۔

سلطنت اندلس کی تباہی کا ایک سبب وہ معمولی عیسائی ریاستیں بھی تھیں جنکا الداخل اور اسکے جانشینوں نے قلع قمع نہ کیا اور بے نیازی برتی۔ ایک طرف وہ مضبوط ہو کر مسلمانوں کے خلاف کاری سازشوں میں مصروف ہو گئیں تو دوسری جانب مسلم حکمرانوں کا مے نوشی معمول بن گئی۔ تعیش پسندی اور تن آسانی انکا نظریہ حیات بن گیا۔ ریشمی قباؤں میں ملبوس ہو کر نکلتے تلواروں کو جواہرات سے مزین کرنا اور گھوڑوں کو سجانا باعث افتخار سمجھتے تھے۔ حصول اقتدار انکی زندگی کی آخری آرزو بن گئی جس کیلئے وہ سب کچھ کرنے پر تیار تھے۔ آپس میں لڑتے تو دوسرے پر

> **مغربی پاکستان کے بعض طبقوں میں بنگالیوں کے خلاف نفرت پائی جاتی تھی یہاں کا کوئی وزیر بھی مشرقی پاکستان جاتا تو جیسے شہنشاہ اپنی سلطنت کے دورے پر نکلا ہو اور رعایا سے یہ توقع رکھے کہ ان کی راہ میں سربسجود ہو جائیں یعنی بنگالیوں کو ہر طرح حقیر اور کمتر ہونے کا احساس دلایا گیا۔**

غلبہ پا نے کیلئے عیسائی ریاستوں کی مدد کے طلب گار ہوتے۔ صیہونی در کے یہ فقیر دل کے بڑے سخی تھے کہ چند صد سپاہیوں اور کچھ غیر مفید ہتھیاروں کے عوض بیسیوں قلعے صلیبیوں کے حوالے کر دیتے۔ مسلم آبادی کی جائیدادوں کو عیسائیوں کے حوالے کر کے مسلمانوں کو انکا زر خرید غلام بنا دیتے۔

بد نصیبی سے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے اندر غداروں کی کمی نہیں رہی۔ ملت کی ہر آزمائش کے نازک موڑ پر قوم فروشی کر کے دشمن کو اپنے عزائم میں کامیاب کر دیا۔ اندلس کی عظیم الشان سلطنت بھی اسی کا شکار ہو کر قصہ پارینہ بن کر رہ گئی۔ سلطان افریقہ یوسف بن تاشفین نے بڑی مشکل سے طوائف الملو کی ختم کر کے دوبارہ ایک عظیم سلطنت کی

بنیاد رکھی لیکن پودے سے ٹوٹے گلاب کو کب تک زندہ و جاوید رکھا جا سکتا ہے۔

قارئین! آپ سوچ رہے ہوں گے یہ ساری تو سقوط ڈھاکہ کی معلوم ہوتی ہے۔ جی ہاں اگر اس پر سقوط ڈھاکہ کا عنوان لگا دیں تو یہ المیہ مشرقی پاکستان کی کہانی بن جائے گی۔ کیونکہ فلسفہ عروج و زوال کے اصول اٹل ہیں۔ جنہیں بدلا نہیں جا سکتا۔ اسی لئے دونوں کہانیوں میں بے حد مماثلت پائی جاتی ہے۔ مثلاً

۱) مغربی پاکستان کے بعض طبقوں میں بنگالیوں کے خلاف نفرت پائی جاتی تھی یہاں کا کوئی وزیر بھی مشرقی پاکستان جاتا تو جیسے شہنشاہ اپنی سلطنت کے دورے پر نکلا ہو اور رعایا سے یہ توقع رکھے کہ ان کی راہ میں سربسجود ہو جائیں یعنی بنگالیوں کو ہر طرح حقیر اور کمتر ہونے کا احساس دلایا گیا۔

اندلس میں بھی شروع سے ہی عربوں نے بربروں کو اسی طرح حقیر سمجھنا شروع کر دیا انکو ایسے دیکھتے جیسے وہ عربوں کے غلام ہوں جبکہ اندلس کے اصل فاتح بربر ہی تھے۔ عربوں کے اس رویے سے ان کے ذہن میں بغاوت کے جراثیم پیدا کر دیئے۔ جو سلطنت کے زوال کا باعث بنی۔

۲) اندلس میں عربوں اور بربروں اور پھر شامی و مدنی عربوں کی خانہ جنگی ہوئی اور یہ لڑائی محض اقتدار کی جنگ تھی۔ ایک یحییٰ اس دور میں بھی تھا اس نے فوج کے بل بوتے پر اقتدار پر قبضہ کرکے اپنے چچا خلیفہ قاسم بن حمود کو قید اور پھر قتل کر دیا وہ پہلے ہی بد دماغ تھے فوجی اقتدار نے اسے مزید مغرور بنا دیا اس نے خوشامدی اور عامی لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا۔ معززین شہر نے سمجھانا چاہا تو ان کو عمر قید کی سزا سنا ڈالی۔ اسی طرح آخری دور میں ابوعبداللہ زغل بھی ابوعبداللہ محمد کا سگا چچا تھا۔ دونوں نے باری باری عیسائی بادشاہ فرڈی نینڈ کے ساتھ مل کر دوسرے اقتدار پر قبضہ جمانے کیلئے اس کے علاقے چھین کر عیسائی حکمران کے حوالے کرتے رہے۔ بالآخر دونوں حکومت سے محروم اور اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

یہ تاریخ اندلس کے دو نمونے تھے۔ ادھر پاکستان میں بھی جو حکومت آئی اس نے اپوزیشن کو ختم کرنے اور اقتدار کو طول دینے کیلئے ہر طرح کی کوشش کو جائز سمجھا۔ پولیس اور ایجنسیوں کو خوب استعمال کیا۔ سرکاری خزانے کو لٹا کر حمائتی خریدے گئے۔ صلاحیت دیکھے بغیر خوشامدیوں کو عالی مرتبوں سے نواز جاتا رہا۔ اس وقت کا صدر یحییٰ اس کی بدترین مثال ہے۔ جب مشرقی پاکستان جل رہا تھا۔ وہ نشے میں دھت بڑبڑا رہا تھا۔

۳) سقوط ڈھاکہ میں ہتھیار ڈالنے والے سپہ سالار کا نام میر عبداللہ تھا۔

سقوط غرناطہ میں ہتھیار ڈالنے والے سپہ سالار کا نام ابوعبداللہ تھا۔

۴) سقوط غرناطہ کا مجرم مراکش میں نوکری کرتے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ سقوط ڈھاکہ کا مجرم (جنرل یحییٰ) امریکہ میں چاکری کرتے مر گیا۔

۵) ادھر بھی یحییٰ ادھر بھی یحییٰ...... ادھر ابو عبداللہ ادھر امیر عبداللہ۔

۶) سقوط غرناطہ اپنوں کی سازشوں کا کمال..... سقوط ڈھاکہ بھی اپنوں کی کارستانیوں سے پامال۔

۷) غرناطہ کے باہر فرڈی نینڈ مسلمانوں کے خاتمہ کیلئے قلعہ حمراء کے بلند برج پر تنصیب صلیب کا انتظار کر رہا تھا۔ ادھر ڈھاکہ میں بھٹو مسلمانوں کی تباہی کیلئے ہوٹل کی چھت پر کھڑا ملٹری ایکشن کے پہلے گولے کا انتظار کر رہا تھا۔

۸) غرناطہ میں ابوعبداللہ ترکی اور مصر کی مدد کا انتظار کرتا رہا۔ ڈھاکہ میں چینی اور امریکہ کی مدد کا انتظار کیا جاتا رہا۔ ادھر مدد ملی نہ ادھر مدد مل سکی۔

۹) غرناطہ مین ابوعبداللہ نے عیسائی سپہ سالار کو اپنی تلوار پیش کی جس کی تصویر آج بھی قصر حمراء میں آویزاں ہے۔ ڈھاکہ میں امیر عبداللہ نے ہندو سپہ سالار کو اپنا ریوالور پیش کیا جس کی تصویر انڈیا کے ہر ڈیفنس کالج میں لٹکی ہوئی ہے۔

غرناطہ مین ابوعبداللہ نے عیسائی سپہ سالار کو اپنی تلوار پیش کی جس کی تصویر آج بھی قصر حمراء میں آویزاں ہے۔ ڈھاکہ میں امیر عبداللہ نے ہندو سپہ سالار کو اپنا ریوالور پیش کیا جس کی تصویر انڈیا کے ہر ڈیفنس کالج میں لٹکی ہوئی ہے۔

ادھر غرناطہ گیا...... ادھر ڈھاکہ گیا۔

۱۰) وہ بھی دسمبر کا مہینہ تھا جب آخری تاجدار نے غرناطہ میں ہتھیار ڈالے ڈھاکہ میں بھی ماہ دسمبر میں ہتھیار ڈالے گئے۔

حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی اصل حیثیت

تاریخ اور آئینہ کی ہے اس کی تیاری اور اشاعت کا اصل مقصد یہ نہیں ہے کہ ذمہ دار کو سزا دی جائے بلکہ اصل کام یہ ہے کہ ہم یہ سوچیں کہ اس کے بعد ہم نے کیا کیا اور کیا کر رہے ہیں؟ کیونکہ ذمہ دار افراد کو سزا دینے سے بنگلہ دیش مشرقی پاکستان بن جائے

بقیہ صفحہ نمبر 13